اسلام اور پاکستانی قوانین میں سزائے عمر قید کا تصور: ایک تحقیقی جائزہ

A Research based study of the Concept of life Imprisonment in Islam and the Relevant Laws of Pakistan

ڈاکٹر عبدالمہیمن[i] جمیل احمد[ii]

Abstract

This study aims to elaborate the legal status of the concept of life imprisonment in Islam and the revelant laws of Pakistan.

In this study the Hudood (Divine limits of Islam) have been discussed in view of the four schools of thoughts. The Paksitan Penal Code(PPC) has been brought under discussion. The proofs have been provided form the Islamic laws sources, such as Quran, Sunnah and jurisprudence etc. Moreover , the issue has been highlighted with interviews of revelant scholars.

The findings,conclusions and recommen-dations whatsoever have also mentioned.

Key words:*life imprisonment, Islam, PPC*

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنی ساری مخلوق کے اندر خاص مقام و مرتبہ عطا فرمایا ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ [1] "ہم نے بنی آدم کو کرامت بخشی۔"

انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنی خلافت کے لیے منتخب فرمایا، جب فرشتوں نے اس کی تخلیق پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو انھیں یہ فرما کر تسلی دی کہ جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے۔ یہ جو انسان کو خلافت کی اہم ترین ذمہ داری سونپی گئی اس کا حق اسی وقت صحیح معنوں میں ادا ہو سکتا ہے جب اسے حفاظت و نگہداشت کا ماحول میسر ہو اور یہ ماحول تب ہی میسر آ سکتا ہے جب کہ معاشرہ میں عدل

---

i صدر شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور

ii ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور

وانصاف اور امن وسلامتی کا دور دورہ ہو۔دین، جان، مال، عقل اور نسل محفوظ ومامون ہوں۔ان چیزوں کے تحفظ کے لیے ہر معاشرے نے کچھ اصول وضوابط بنا رکھے ہوتے ہیں جن پر عمل درآمد کے ذریعے ان چیزوں کی حفاظت ونگہداشت کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ اصول وضوابط چونکہ انسان نے اپنی فہم وفراست اور بصیرت کو کام میں لا کر بنائے ہوتے ہیں اس لیے ان میں کمی بیشی کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا، اس کے ساتھ ساتھ یہ اندرونی وبیرونی عوامل سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس کے اکثر فیصلے حالات وواقعات اور مشاہدات کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں اس لیے یہ لازم نہیں کہ مختلف عوامل سے متاثرہ فیصلے حتمی تصور کر لیے جائیں۔

اس کے برعکس شریعت اسلامیہ ایک ایسا الٰہی نظام حیات ہے جس کا مزاج انسانوں کے خودساختہ قوانین سے بالکل مختلف ہے۔یہ تمام انسانی قوانین سے منفرد، ممتاز اور ہر دور اور ہر علاقے اور زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دین تو آیا ہی مصالح کی تحصیل اور مفاسد کے ازالہ کے لیے ہے۔یہ ہر دور میں تمام بنیادی امور کی مکمل محافظت اور حملہ آور مفاسد کے دفاع کی ضمانت ہر اس ملک وقوم کو عطا کرتا ہے جو بھی اس کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔معاشرہ کے اندر عدل وانصاف کو یقینی بنانے اور اسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے اس الٰہی دین نے کچھ احکامات کو مشروع فرمایا۔ان ہی احکامات میں حدود وتعزیرات (اسلامی قوانین) بھی ہیں جو ہر طرح کے ظلم وتعدی کا راستہ روکنے اور اس کے خلاف جانے والوں کے لیے تنبیہ کا باعث ہیں یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک اہل پاکستان کی ہمیشہ یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ وطن عزیز کے اندر اسلامی قوانین کا نفاذ ہو یا کم از کم اس کے موجودہ قوانین کو ہی اسلامی روح کے مطابق ڈھال دیا جائے تاکہ وہ وطن جس کا مطلب ہی لا الہ الا اللہ ہے صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست کا روپ دھار سکے اور بطور مسلمان ہم سب اپنی ذمہ داریوں کو کماحقہ پورا کر سکیں۔

وطن عزیز میں جو فوجداری قوانین اس وقت نافذ العمل ہیں ان میں پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء، حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء اور مختلف اوقات میں جاری کئے گئے دفعات شامل ہیں۔چونکہ ان

تمام قوانین کے مندرجات وغیرہ بنانے، ترتیب دینے اور نافذ کرنے میں انسانی کاوش کا ہی بڑا عمل دخل ہے اس لیے ان کا تحقیقی اور علمی جائزہ لیا جاتا رہا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ان قوانین میں بیان کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا یعنی سزائے عمر قید کا قرآن وسنت کی روشنی میں علمی و تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ یہ سزا قرآن وسنت کی تعلیمات کی روح کے کس حد تک مطابق ہے۔

تعارف

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

لِيَقُومَ النَّاسُ بِالقِسطِ[2] "تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

لوگوں کو انصاف پر قائم کرنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے پانچ چیزوں کے تحفظ کو ضروری قرار دیا ہے۔ یہی پانچ چیزیں مقاصد شریعت بھی کہلاتی ہیں۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وجموع الضروریات خمسه وهی حفظ الدین ،والنفس ،والنسل ،المال ،والعقل ،وقدقالو اانها مراعاة فی کل ملة[3]

" مقاصد ضروریات پانچ ہیں، اور وہ تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ نسل، تحفظ مال اور تحفظ عقل ہیں، اور یہ وہ ہیں جو کہ ہر قوم میں رائج رہیں۔"

ان پانچ چیزوں میں، تحفظ دین یعنی حق کی بقاء اس کی حفاظت اور اس کی نشر واشاعت کو یقینی بنانا، تحفظ نفس یعنی انسانی جان کی حفاظت، تحفظ عقل یعنی ذی عقل مخلوق کی حیثیت سے اس کی حفاظت اور ان تمام امور واسباب کا ختم کرنا جو اس کے سوچنے، سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت پر اثر انداز ہوتے ہوں، تحفظ مال یعنی انسان کے جائز ذرائع سے حاصل کئے گئے مال واسباب کی حفاظت کرنا اور جہاں ان کے ضیاع کا خوف ہو، ان اسباب وعوامل کے تدارک کے لیے موئثر اقدامات اٹھانا اور تحفظ نسل یعنی انسانی نسل کی حفاظت ونگہداشت اور ان تمام امور کا تدارک جو نسل انسانی کے تسلسل پر اثر انداز ہوں۔

انسان، انسان کا مقام ومرتبہ اور انسان کی ملکیت کی حفاظت ہی شریعت اسلامیہ کا مقصد ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ ان مقاصد کے جزوی یا کلی طور پر ضائع

ہو جانے کا اندیشہ ہو تو شریعت اسلامیہ سخت موقف اختیار کرتی ہے اور ان مقاصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے عملی اقدامات اٹھاتی ہے ان عملی اقدامات میں شریعت اسلامیہ نے مختلف حدود، قصاص اور تعزیرات مقرر کر رکھی ہیں۔ جن کے ذریعے مقاصد شریعت کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہے۔

ذیل میں حد، قصاص اور تعزیر کی تعریف اور احکام مختصراً تحریر کئے جاتے ہیں۔

حد

حد عربی زبان کا لفظ ہے، مفرد ہے ،اس کی جمع حدود ہے،اس کا مادہ "ح،د،د" ہے [4]۔ عربی لغت میں اس کا معنی الفصیل ،الحاجز ،منتھیٰ الشئی ہے [5] یعنی سرحد، باڑ، کسی شے کی انتہاء۔ تاج العروس میں اس کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:

"الحاجز بین الشیئین اوالفصل بین الشیئین لئلا یختلط احدھما بالا خرۃ" [6]

"دو چیزوں کے مابین فاصلہ قائم کرنے والی یار کاوٹ پیدا کرنے والی چیز، تاکہ دونوں آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں۔"

ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

ان الحدھو العقوبہ المقدرۃ شرعا [7] "حد شریعت کی مقرر کردہ سزا ہے۔"

شریعت اسلامیہ میں حدود کی تعداد

احناف کے نزدیک حدود پانچ ہیں: حدالزناء ،حدالسرقہ ، حدشرب الخمر، حدقطاع الطریق، حد القذف [8] جبکہ شوافع کے ہاں حدود سات ہیں؛ "الجراح، البغاہ، الردہ، الزنا،القذف، قطع السرقہ، الاشربہ المحرمہ [9]"

مالکیہ کے ہاں بھی حدود سات ہی ہیں: حدالبغی ،الردۃ واحکامھا، حد الزنا، حدالقذف ، حدالسرقہ ، ذکرالحرابہ ومایتعلق بھا ،حدالشرب واشیاء توجب الضمان [10]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ حدود وہ ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے ،ڈاکہ ، چوری، زنا، تہمت زنا، ان چار کی سزائیں قرآن پاک میں ذکر فرمادی گئی ہیں اور پانچویں حد شراب خوری ہے جس کی سزا صحابہ

کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہے۔ان پانچ جرائم کی سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے یہ سزائیں نہ کوئی کم کر سکتا ہے اور نہ زیادہ اور نہ ہی معاف کر سکتا ہے[11]۔مثال کے طور پر زنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُواْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَة[12]"جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔"

اسی طرح سورہ مائدہ میں چوری کی حد بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓاْ أَيْدِيَهُمَا[13]"اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔"

قصاص

القصاص ماخوذمن قص الاثر،وهو اتباعه ،ومنه القاص لانه ،يتبع الاثار والاخبار ووقص الشعر أثره فكأن القاتل سلک طريقا ،من القتل فقص أثره فيها، ومشى على سبيله فى ذالک ،ومنه قوله تعالىٰ فارتداعلى آثارهما قصصا[14]

"قصاص قص اثر سے ماخوذ ہے اور وہ پیروی کرنا ہے اور اسی سے لفظ قاص ہے جس کا مطلب بالوں کا جوڑا جو سر کے پیچھے ہوتا ہے تو گویا کہ قاتل کی پیروی میں بدلہ لینے والہ بھی اسی قتل کے راستے پر چلتا ہے اور اس کی راہ پر گامزن ہوتا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"

علامہ جزریؒ قصاص کے بارے میں فرماتے ہیں:

والقصاص ثابت فى الشرع بالكتاب والسنةوفعل الرسول واجماع الامه[15]

"قصاص کتاب وسنت، حضورؐ کے فعل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ٱلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ[16]

"اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ ،آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔"

صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں:

" حد سے مراد ان جرائم کی سزا تھی جن میں حق اللہ کی حیثیت غالب تھی لیکن جن جرائم کی سزا کو بندے کے حق کی حیثیت کو غالب کر کے جاری کیا گیا وہ قصاص کہلاتا ہے[17]۔ قصاص سے مراد وہ سزا ہے جس کی مقدار کا تعین تو شریعت نے کر دیا ہو لیکن ساتھ ہی معافی کی گنجائش بھی رکھ دی ہو اور اس کا بدلہ دیت وغیرہ کی صورت میں ممکن ہو مثال کے طور پر قتل، ضرب، جرح وغیرہ کی سزائیں، اصطلاحاً ان کو جنایات بھی کہا جاتا ہے یا جرائم القصاص والدیۃ بھی کہا جاتا ہے[18]۔"

تعزیر

والتعزیر ، التوقیف علی الفرائض والاحکام ،واصل التعزیر التادیب وبهذا یسمیٰ الضرب دون الحد[19]

"تعزیر فرائض اور احکام کی واقفیت ہے اور تعزیر کی اصل ادب ہے اسی لیے اس کو ضرب تو کہا جاتا ہے حد نہیں۔"

الاشباہ والنظائر میں ہے:

ضابط التعزیر کل معصیة لیس فیهاحد مقدرففیه التعزیر[20]"ضابطہ تعزیر یہ ہے کہ جس گناہ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں اس پر تعزیر ہے۔"

مزید لکھتے ہیں :

"من اذای غیره بقول اوفعل یعزر کذافی التاتارخانیه"[21] " جس کسی نے دوسرے کو اپنے قول یا فعل سے اذیت دی تو اس پر تعزیر ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔"

درمختار میں ہے:

التعزیرلیس فیه تقدیربل هوفوض الی رأی القاضی"[22]

"تعزیر میں سزا مقرر نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔"

"اکثره تسعة وثلثون سوطا لوباالضرب"[23] " تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہیں یہ سزا مارنے کی ہے"

مفتی محمد شفیعؒ تعزیر کا مفہوم کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"ایسے تمام جرائم جن کی سزا کا تعین قرآن وسنت نے نہیں کیا بلکہ حکام کی صوابدید پر چھوڑ دیا ان سزاؤں کو شرعی اصطلاح میں تعزیرات کہا جاتا ہے[24]۔ مزید لکھتے ہیں کہ ان جرائم کی سزاؤں کا اختیار قاضی کے پاس ہے کہ وہ مکان وزمان اور ماحول کے لحاظ سے انسداد جرم کے لیے جیسے اور جتنی سزا مناسب سمجھے شریعت کے مطابق جاری کرے اور یہ طریقہ بھی ٹھیک ہے کہ حکومت وقت شریعت اسلامیہ کے مطابق قاضی کے اختیار پر پابندی لگاتے ہوئے کوئی خاص پیمانہ مقرر کر کے قاضی کو اس کا پابند کر دے کہ وہ تعزیر میں کسی جرم پر کتنی سزا جاری کر سکتا ہے[25]۔"

وہ جرائم جو تمام انسانی معاشروں میں نہیں ہوتے، کسی جگہ ہوتے ہیں اور کسی جگہ نہیں ہوتے ان کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے بنیادی ہدایات دے دی ہیں ان ہی بنیادی ہدایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دور اور علاقہ کے ارباب حل وعقد اور اولیائے امور، اولی الامر جیسی مناسب سمجھیں ویسی سزا طے کر سکتے ہیں[26]۔

قرآن وحدیث میں تصور تعزیر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَٱلَّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهْجُرُوهُنَّ فِي ٱلْمَضَاجِعِ وَٱضْرِبُوهُنَّ[27]

"اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی اور سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں نصیحت کرو انہیں خواب گاہوں میں علیحدہ کر دو اور انہیں مارو۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَٱلَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَـَٔاذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُواْ عَنْهُمَآ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا[28]

"اور تم میں سے جو بھی کوئی بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو ایذا پہنچاؤ اور پھر اگر وہ توبہ کریں اور اصلاح کرلیں تو انہیں سزا دینے سے گریز کرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

ان دونوں آیات کے اندر جو سزائیں بیان ہوئی ہیں ان کی حیثیت تعزیری ہے۔ کیونکہ ان کا حد اور قصاص کے اندر کہیں ذکر نہیں ملتا۔

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ[29]"حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کردو۔"

چونکہ محرم سے وطی کرنا حد میں شامل نہیں اس لیے یہاں قتل بطور تعزیر ہے۔ اسی طرح امام ابو داؤدؒ روایت فرماتے ہیں:

عن براء بن عازب قال لقیت عمی ومعه راية فقلت له این ترید فقال بعثنی رسول الله الی رجل نکح امراة ابیه فامرنی ان اضرب عنقه وأخذماله[30]

"حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی ان کے پاس ایک جھنڈا تھا میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا رسول اللہؐ نے مجھے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے آپؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں اور اس کا مال ضبط کر لوں۔"

عبدالرزاقؒ بیان کرتے ہیں:

محمدبن جعفرعن ابیه عن علی انه کان اذا وجد الر جل والمرأةفی ثوب واحد جلاهما مأةکل انسان منهما[31]

"محمد بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب علیؓ کسی مرد اور عورت کو ایک کپڑے میں پاتے تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارتے تھے۔"

مندرجہ بالا قرآنی آیات، احادیث مبارکہ و دیگر کی روشنی میں تعزیر کی متعدد صورتیں سامنے آتی ہیں جو درج ذیل ہیں؛

(۱)وعظ Admonition (۲)توبیخ Reprimand (۳)تہدید Threat

(۴)ہجر Boycott (۵)تشہیر Public disclosure

(۶)جرمانہ، ضبط مال Fines and seizure of property

(۷)تغریب (شہر بدر کرنا) Transportation

(۸)حبس (سزائے قید) Imprisonment

(۹)جلد (کوڑے) Flogging (۱۰)سزائے موت Death penalty[32]

سزائے عمر قید کی تعریف

سزا فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے بدی کا بدلہ، پاداش، سزاوار وغیرہ۔ عمر اور قید دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں عمر کا مطلب ہے سن و سال، زندگی، زمانہ، قرن وغیرہ جبکہ قید کا معنی

ہے بند، حبس، اسیری، روک اور پابندی وغیرہ[33]۔ گویا سزائے عمر قید سے مراد "کسی بدی کے بدلے میں عمر بھر کی اسیری" انگریزی زبان میں سزائے عمر قید کو(Life imprisionment)کہا جاتا ہے[34]۔

پاکستان پینل کوڈ کی سیکشن ۵۷ کے مطابق سزائے عمر قید کا مطلب کسی مجرم کو ۲۵ برس تک جیل میں بند رکھنا ہے[35]۔ جبکہ حدود آرڈیننس کی دفعہ ۲-ای کے لحاظ سے سزائے عمر قید کی مدت متعین نہیں بلکہ تاحیات ہے[36]۔

سزائے عمر قید تاریخ کی روشنی میں

قبل از اسلام ۲۰۵۰ قبل مسیح میں "اُر" سلطنت کے بانی بادشاہ ارنمو نے ایک لیگل کوڈ متعارف کرایا جس میں مختلف طرح کی سزائیں اور جرمانے شامل تھے۔ ان سزاؤں میں سزائے عمر قید بھی شامل تھی[37]۔ نسل انسانی کا قدیم ترین کوڈ آف لاء جس کو کہا جاتا ہے وہ حمورابی کا کوڈ آف لاء ہے جو اس نے ۱۷۵۰ء قبل مسیح میں مرتب کرایا تھا۔ حمورابی کے قانون زیادہ سخت اور عام سزا موت کی سزا تھی ان کے علاوہ مختلف جرمانے، غلامی، جلاوطنی وغیرہ بھی تھی غلاموں اور جنگی قیدیوں کو عام لوگوں کی طرح کے حقوق حاصل نہ تھے[38]۔ رومیوں کی انسانیت کے لیے قدیم ترین کوشش ان کا کوڈ آف لاء ہے جو کہ ٹی ٹی (تختی دوازدہم) کے نام سے مشہور ہے۔ ان سزاؤں میں موت کی سزا سے لے کر غلامی (قید) تک کی سزائیں شامل تھی[39]۔ بازنطینی بادشاہ جسٹینین (جس نے ۴۸۳ سے ۵۶۵ عیسوی تک حکومت کی) نے کوڈ آف جسٹینین متعارف کرایا اس کوڈ آف لاء میں مختلف سزاؤں کا ذکر ملتا ہے جن میں موت، جلاوطنی، بدنی سزائیں، جرمانے، تشدد اور قید کی سزائیں شامل ہیں[40]۔ چائنہ کا پہلا قانون جو چوتھی صدی قبل مسیح میں مرتب کیا گیا وہ کینن کا قانون تھا۔ کینن کے قانون میں ۵ طرح کی سزاؤں کا ذکر ملتا ہے جن میں پیشانی پر نشانات بنانا، ناک کاٹنا، ایک یا دونوں بازو کاٹنا، قید کی سزا اور سب سے بڑی سزا موت شامل ہیں[41]۔ ہندوستان میں قدیم قوانین منوشاستر کے قوانین ہیں۔ منو کے قوانین ۵۰۰ قبل مسیح سے دوسری صدی عیسوی تک

رہے۔ یہ قوانین بارہ ابواب اور ہزاروں دفعات پر مشتمل ہیں ان قوانین میں مختلف طرح کی سزائیں جیسے اعضاء کاٹنا، آگ سے جلانا، زہر سے مارنا اور قید جیسی سزائیں شامل ہیں[42]۔

سزائے عمر قید قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا جَزَآءُ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ[43]

"یہی سزا ہے ان کو جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے، یا دور کر دیئے جائیں اس جگہ سے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنا اور زمین پر فساد اور بدامنی پھیلانے والوں کے لیے چار قسم کی سزاؤں کا بیان ہے۔ قتل کیا جانا، سولی چڑھانا، مخالف سمت سے ہاتھ اور پاؤں کاٹنا اور اس جگہ سے دور کیا جانا۔ مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق اس جگہ سے دور کیا جانا یا زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دارالسلام سے نکال دیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جہاں پر یہ واردات ہوئی وہاں سے ان کو نکالا جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو یہاں سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو ستائے گا اس لیے ایسے مجرم کو قید خانہ میں بند کر دیا جائے یہی اس کا زمین سے نکالنا ہے کہ زمین میں کہیں چل پھر نہیں سکتا، امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بھی یہی موقف اختیار فرمایا[44]۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"جنہوں نے انسانی جان ومال کے خلاف جرم کیا تو ایسے لوگوں پر فوجداری مقدمہ قائم کیا جائے[45]۔"

ظاہر ہے فوجداری مقدمات میں تو سزائے عمر قید بھی ہو سکتی ہے۔ تفسیر عثمانی میں بھی اوینفوامن الارض کی تفسیر کا مطلب یہی ہے کہ "کہیں اور لے جا کر انھیں قید کر دیں" لکھا ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے[46]۔

تفسیر مظہری میں یہاں زمین سے نکالنے کا مطلب جلاوطن کیا جانا لکھا ہے اور جلاوطن کرنے سے مراد یہ لیا ہے کہ ان کو قید کر دیا جائے اور اس وقت تک بند رکھا جائے جب تک توبہ نہ کریں[47]۔

عمادالدین ابن کثیرؒ کے مطابق اس کا مطلب عطاء خراسانیؒ کے ہاں یہ ہے کہ اسے دارالسلام سے خارج نہ کیا جائے بلکہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کیا جاتا رہے یوں ہی کئی سال اس اضطراب میں رہے اور بعض کہتے ہیں اسے جیل میں ڈال دیا جائے[48]۔

صاحب تفسیر نعیمی نے لکھا ہے کہ ہمارے ہاں زمین سے نکال دینے کا مطلب جیل میں ڈال دینا ہے اور جب تک کہ عملی طور پر اس کی توبہ ثابت نہ ہو جیل سے نہ نکالنا۔ کیونکہ جیل بھی ایک قسم کا دیس سے نکالنا ہے[49]۔ پیر کرم شاہ الازہری نے اس آیت اوینفوامن الارض کے ذیل میں لکھا ہے کہ "یا انھیں قید کر دیا جائے[50]۔

سورہ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَبِثَ فِي ٱلسِّجۡنِ بِضۡعَ سِنِينَ[51] "پس آپ ٹھہرے رہے قید خانہ میں کئی سال۔"

حضرت یوسفؑ کا جیل میں ایک مدت تک قید رہنا اور آپؑ کے ساتھ دوسرے قیدیوں کا قید ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپؑ کو کسی عارضی جگہ پر نہیں بلکہ ایک باقاعدہ جیل کے اندر قید کیا گیا تھا اور جیل کے باقاعدہ ہونے کا مطلب واضح طور پر یہ نکلتا ہے کہ قدیم مصری تہذیب میں مدتوں سزائے قید دی جاتی تھی۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

عن عبد الله بن سلمة، أن عليا، رضي الله عنه " أتي بسارق فقطع يده , ثم أتي به فقطع رجله , ثم أتي به فقال: أقطع يده , بأي شيء يتمسح , وبأي شيء يأكل؟ ثم قال: أقطع رجله , على أي شيء يمشي؟ إني لأستحيي الله , قال: ثم ضربه وخلده السجن[52]

"حضرت عبداللہ بن سلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے پاس ایک چور لایا گیا تو (سزا کے طور پر) آپؓ نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر وہی چور لایا گیا تو آپؓ نے اس کا ایک پاؤں کاٹ دیا۔ تیسری مرتبہ وہی چور لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا اگر میں اس کا (دوسرا) ہاتھ کاٹ دوں تو یہ کس شے سے

مسح کرے گا اور کس شے سے کھانا کھائے گا ؟ اگر میں اس کا (دوسرا) پاؤں کاٹ دوں تو یہ کس شے سے چلے گا؟ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے، پھر اس کو کوڑے لگوائے اور ہمیشہ کے لیے جیل میں ڈال دیا۔"

سزائے عمر قید فقہاء و علماء کی نظر میں

معاشرے میں امن و سلامتی کے ماحول کو پروان چڑھانے اور دین و دنیا کے مصالح کے حصول کے لیے شریعت اسلامیہ نے جو حدود، قصاص اور تعزیرات بیان فرمائی، ان پر فقہاء و علماء نے بھی قرآن و سنت کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ سزائے عمر قید کے حوالے سے فقہاء و علماء کیا آراء رکھتے ہیں ذیل میں مختصراً پیش کی جاتی ہیں۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

واذا خرج جماعة ممتنعين اوواحد يقدرعلى الامتناع فقصد واقطع الطريق فاخذوا قبل ان ياخذوا مالہ ويقتلوانفسا حبسهم الامام حتى يحدثواتوبه[53]

"امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک جماعت جن کو منع کرنے کی قدرت حاصل ہے یعنی وہ اپنے مقابلے میں آنے والوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اگر ایسے لوگ لوٹ مار، قتل و غارت گری کی نیت سے اپنے گھروں سے نکلیں اس سے پہلے کہ وہ کسی کو لوٹیں یا کسی کو ماریں اور پکڑ لیے جائیں تو امام وقت ان کو توبہ کر لینے تک قید خانہ میں ڈال دے[54]۔"

فتاویٰ عالمگیری میں ابن تیمیہؒ سے منقول ہے:

"کسی شخص نے کسی شخص کی بیوی یا چھوٹی بیٹی کو مکر و فریب سے نکال کر کسی شخص کے ساتھ اس کی شادی کر دی تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایسا جرم کرنے والے کے لیے ہمیشہ کی قید تجویز کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ اس عورت کو واپس کرے یا خود مر جائے[55]۔"

دوسری جگہ پر ہے:

"فخر الاسلام نے فرمایا اگر کسی نے مسجدوں کے دروازوں پر چوری کرنے کی عادت ڈال لی ہو تو واجب ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے اور مبالغہ کیا جائے یعنی بڑھ کر تعزیر دی جائے اور جب تک کہ توبہ نہ کرے قید (عمر قید) کیا جائے اور جو مسلمان شراب بیچے یا سود کھائے تو اسے بھی تعزیر دی جائے گی اور جب تک کہ توبہ نہ کرے قید میں ڈالا جائے گا اور بالکل ایسے ہی گانے والیاں، مخنث (اغلام کرنے والے) اجرت لے کر نوحہ کرنے والیوں کو توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی تندرست مقیم مسلمان جان بوجھ کر روزہ نہیں رکھتا تو اس کو بھی قید کر دیا جائے گا[56]۔"

"اگر کسی عورت نے بندر کو اپنے اوپر قابو دے کر جماع کرنے دیا یا کسی مرد نے مادہ جانور سے وطی کی تو اسے تعزیر دی جائے گی اور جو شخص قتل کرے یا چوری کرے یا لوگوں کے مارنے میں متہم ہو وہ قید کیا جائے گا اور ہمیشہ برابر قید (عمر قید) میں رہے گا جب تک کہ اس کی توبہ کا ظہور نہ ہو[57]۔"

حنفی و شافعی علماء و فقہاء کے ہاں ڈاکو اگر قتل نہ کریں اور نہ مال لوٹیں تو انھیں توبہ تک قید کی سزا دی جائے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا، تاہم امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں امام کو اختیار ہے خواہ وہ ڈاکو کو قتل کرے، سولی دے ہاتھ پیر کاٹے یا اس کو قید کرے یعنی امام اپنی صوابدید سے ڈاکو کو کوئی بھی سزا دے سکتا ہے اس کی دلیل یہ ہے علامہ سحنون مالکیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابن قاسم مالکیؒ سے کہا کہ یہ تو بتائیں مسلمان ڈاکو یا غیر مسلمان (ذمی) ڈاکہ ڈالیں اور ڈرائیں لیکن قتل اور مال نہ لوٹیں اور پھر پکڑے جائیں تو امام مالکؒ کے قول کے مطابق انھیں کیا سزا دی جائے انہوں نے کہا کہ امام مالکؒ کے نزدیک امام کو اختیار ہے قتل کرے یا ہاتھ پیر کاٹے کیونکہ بسا اوقات ڈاکو قتل نہیں کرتا لیکن قتل کی نسبت اس کا ڈر اور خوف زیادہ ہوتا ہے۔

علامہ سحنونؒ کہتے ہیں:

"میں نے کہا کہ امام جب ڈاکو پکڑے اس حال میں کہ اس نے صرف ڈرایا ہو اور نہ مال لیا ہو اور نہ قتل کیا ہو تو کیا امام کو اختیار ہے خواہ اس کو قتل کرے، سولی پر چڑھائے یا ہاتھ پیر کاٹے؟ امام ابن قاسم نے کہا کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ امام کو اختیار ہے اور دلیل کے طور پر سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳۲ پیش کی من قتل نفسا---الناس جمیعا کہ اللہ تعالیٰ نے فساد کو بھی قتل کی مثل قرار دیا ہے علامہ سحنونؒ فرماتے ہیں کہ اگر ڈاکو صرف ڈرائے اور مال نہ لے پھر بھی امام کو اختیار ہے امام مالکؒ نے فرمایا کہ تمام ڈاکو ایک طرح کے نہیں ہوتے بعض صرف چھڑی یا کوئی معمولی سی چیز لے کر نکلتے ہیں اگر وہ اس حال میں پکڑے جائیں جب کہ انہوں نے ڈرایا تو ہو لیکن نہ مال لیا ہو اور نہ ہی قتل کیا ہو تو ان کی سزا کم ہو گی، علامہ سحنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ ان کی سزا کیا ہو گی تو علامہ ابن قاسم مالکیؒ نے کہا کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں اور ان کو (عمر قید) قید کر دیا جائے[58]۔"

پاکستان میں سزائے عمر قید والے جرائم اور اس کی مدت

پاکستان میں مختلف جرائم مثلاً قتل، ٹھگی، اغوا، ڈاکہ زنی، انسانی تجارت، ڈاکوؤں کے ساتھ تعلق، ہائی جیکنگ، ذاتی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا، گھات لگانا، جعلی مہر، نوٹ، کاغذات، ادویات

، وصیت نامہ، بارودی مواد بنانا اور دہشت گردی پر دوسری سزاؤں کے ساتھ سزائے عمر قید بھی دی جاتی ہے۔[59] شرعاً دیکھا جائے تو قتل کا تعلق قصاص سے، ڈاکہ زنی کا تعلق حد سے اور باقی تمام جرائم کا تعلق تعزیری سزاؤں کے ساتھ ہے۔

پاکستان میں سزائے عمر قید کی مدت حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے قانون نمبر چھ یعنی(The offences against property vi of 1979)کی شق نمبر ۲۔ای کے مطابق متعین نہیں بلکہ تاحیات ہے۔[60] جبکہ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کی سیکشن ۵۷ کے مطابق اس کی مدت ۲۵ سال ہے[61] اور اس مدت میں کمی بھی ممکن ہے۔

انٹرویوز

زیر نظر تحقیق کے لئے تین افراد کے الگ الگ انٹرویوز لیے گئے، جو از خود سزائے عمر قید بھگت کر آئے۔ ان میں دو لوگ ایسے ہیں جو اپنی الگ تھلگ زندگی گزار رہے ہیں، انہیں اپنے گھر بار، خاندان سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی دین سے کوئی دلچسپی ہے۔ وہ جرم کی طرف اب بھی راغب ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی فقط شب و روز گزارنے کا نام ہے۔ جبکہ تیسرا شخص دن رات اسی سوچ میں مگن رہتا ہے کہ دوران مقدمہ و سزا جو نقصان خاندان کو اٹھانا پڑا اس کا کسی طرح ازالہ کر دیا جائے۔ مختصراً یہ کہ تینوں پر سزائے عمر قید نے کسی بھی طرح کوئی مثبت اثر نہیں ڈالا۔ ہاں البتہ تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر واقعی سزائے عمر قید کی مدت پچیس (۲۵) سال ہو تو پھر جرائم میں کمی آئے گی۔

نتائج

درج بالا حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان میں نافذ العمل سزائے عمر قید کی حثیت تعزیری ہے اور تعزیر میں سزا کے تعیّن کا اختیار شریعت اسلامیہ نے حکام کو تفویض کیا ہے اور اسے غیر شرعی قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ موضوع تحقیق کے مطابق اصل بات یہ دیکھنا مقصود تھا کہ قرآن و حدیث اور فقہاء و علماء کے ہاں اس طرح کی تعزیر کی کوئی نظیر ملتی ہے کہ جس میں پچیس سال قید (جس میں کمی بھی ممکن ہو) کو عمر قید کہا جاتا ہو اور وہ ایسے جرائم میں

بھی دی جاتی ہو جو ظاہراً احد اور قصاص کے ذیل میں آتے ہوں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن و سنت اور فقہاء و علماء کے ہاں سزائے عمر قید کا تصور موجود ہے۔ قرآن و سنت اور فقہاء و علماء نے سزائے عمر قید کا جہاں ذکر کیا وہاں ان کی مراد تاحیات قید ہے البتہ اگر ظہور توبہ محقق ہو جائے تو رہائی بھی ممکن ہے۔ قرآن و سنت اور فقہاء و علماء نے سزائے عمر قید کی مدت متعین نہیں فرمائی۔ سزائے عمر قید سے متعلق جو قوانین پاکستان میں نافذ العمل ہیں، ان کا تصور شریعت اسلامیہ میں کہیں نہیں ملتا مثلاً سزائے عمر قید کی مدت پچیس (۲۵) سال کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا اور عملاً سزائے عمر قید کی مدت پچیس سال نہیں ہے بلکہ یہ مدت بمشکل پندرہ (۱۵) سال بھی نہیں بنتی، اور اگر معافیاں وغیرہ بھی ساتھ شامل کر لی جائیں تو اس مدت میں مزید کمی بھی ممکن ہو جاتی ہے۔ اس طرح یہ سزا کبھی بارہ، کبھی چودہ اور کبھی پندرہ سال پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ سزائے عمر قید کا لغوی اعتبار سے پچیس سال کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ اس لیے اس سزا کے الفاظ (پچیس سال قید) ہی ہونا چاہیے نہ کہ سزائے عمر قید۔ آئین پاکستان نے دفعہ ۴۵ کے تحت جو اختیار صدر پاکستان کو دیا وہ اختیار استعمال کرنے کے لیے کسی شرعی، قانونی اہلیت کی بھی ضرورت ہے یا صرف عہدہ ہی اہلیت ہے

سفارشات

سزائے عمر قید کی مدت کا از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ سزائے عمر قید سے متعلق قوانین کو شرعی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ سزائے عمر قید کا تعلق تعزیری سزاؤں سے ہے اس لیے اسے تعزیر کے طور پر دیکھا جانا چاہیے نہ کہ حد اور قصاص کے طور پر۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۷۰

2 سورۃ الحدید ۵۷: ۲۵

3 الشاطبیؒ، ابو اسحاق بن ابراہیم، الموافقات، کتاب المقاصد ۲: ۲۰، دار ابن عفان الخبر، سعودی عرب، ۱۴۱۷ھ

4 الافریقی، جمال الدین محمد بن منظور، لسان العرب ۲: ۷۹۹، نشر الادب الحوزہ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

5 الزبیدی، مرتضیٰ حسین حنفی، تاج العروس ۲: ۳۳۱، مطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ

6 نفس مصدر

7 ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر ۵: ۳، المطبعۃ الامیریۃ، قاہرہ، مصر، ۱۳۱۵ھ

8 الجزیری، عبد الرحمن، کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ ۵: ۱۲-۱۳، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ

9 نفس مصدر

10 کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ ۵: ۱۲-۱۳

11 مفتی محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن ۳: ۱۱۶-۱۱۷، ادارہ معارف القرآن، کراچی، پاکستان (س۔ن)

12 سورۃ النور ۲۴:۲

13 سورۃ المائدہ ۵:۳۸

14 کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ ۵: ۲۱۹

15 نفس مصدر

16 سورۃ البقرہ ۲:۱۷۸

17 تفسیر معارف القرآن ۳: ۱۱۷

18 ڈاکٹر، طاہر القادری، سزائے قید اور جیل کا تصور: ۱۱ منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور (س۔ن)

19 تاج العروس ۱۳: ۲۴-۲۵

20 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، الاشباہ و النظائر، کتاب الحدود والتعزیر ۱: ۲۸۴، ادارۃ القرآن، کراچی (س۔ن)

21 نفس مصدر

22 الحصکفی، محمد بن علی علاء الدین، الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، باب التعزیر ۱: ۳۲۶، مطبع مجتبائی، دہلی (س۔ن)

23 الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، باب التعزیر ۱: ۳۲۶

24 تفسیر معارف القرآن ۳: ۱۱۷

25 نفس مصدر

26 ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات فقہ: ۴۰۶، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۵ء

27سورۃ النساء۴: ۳۴

28سورۃ النساء۴: ۱۶

29 ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، حدیث (۱۴۶۲) مطبوعہ نور محمد کارخانہ، کراچی (س-ن)

30 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، حدیث (۴۴۵۷) مطبع مجتبائی، لاہور، ۱۴۰۵ھ

31 ابن ہمام، عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، المصنف ۷: ۴۰۱، مکتب اسلامی، بیروت، لبنان، ۱۳۹۰ھ

32 سزائے قید اور جیل کا تصور: ۱۳-۱۴

33 فیروزدین، فیروزاللغات (اردو جامع): ۹۹۷، ۹۰۴، ۹۶۸، فیروز سنز، لاہور، (س-ن)

34Qureshi, Bashir Ahmad, Practical Dictionary, Kitabistan Publishers,New edition,lahore,page341,396.

35Advocate, Irfan Ahmad Saeed, The Pakistan Penal Code (with commentary), Edition2007, Eastern books, Lahore ,page 42.

36 The Offences against property (Enforcement of Hudood) Ordinance no VI of1979.

37 Lewis Lyons, The History of Punishments, Amber books,London,2003,page 61.

38 Ibid, page 67.

39 The History of Punishments, page 68.

40 Ibid, page 69.

41 The History of Punishments, page 70.

42 Ibid, page 71.

43 سورۃ النساء۴: ۱۵

44تفسیر معارف القرآن ۳: ۱۲۲

45 مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ترجمۃ القرآن مع مختصر حواشی: ۳۱۳، ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

46 عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی ۱: ۳۴۶، دارالاشاعت، کراچی، طبع ۲۰۰۰ء

47 پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری ۳: ۲۹۹، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء

48 ابن کثیر، عمادالدین ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر ۲: ۹۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاھور، ۲۰۰۴ء

49 نعیمی، احمد یار خان، تفسیر نعیمی ۶: ۳۸۴- ۳۸۵، مکتبہ اسلامیہ، لاہور (س۔ن)

50 الازہری، پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن ۱: ۳۲۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۲ھ

51 سورۃ یوسف ۱۲: ۴۲

52 بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، السنن الکبریٰ ۸: ۲۷۵، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب، ۱۴۱۴ھ

53 سید امیر علی، اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ ۶: ۳۰۰، دار الاشاعت، کراچی، طبع ۲۰۰۶ء

54 عثمانی، ظفر احمد، امداد الاحکام ۴: ۱۲۶، مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید، ۱۴۳۰ھ

55 مترجم، سید امیر علی، فتاوی عالمگیری ۳: ۲۹۰، مکتبہ رحمانیہ، لاہور (س۔ن)

56 نفس مصدر: ۲۸۸-۲۸۹

57 فتاوی عالمگیری ۳: ۲۸۹

58 سحنون بن تنوحی مالکی، المدونۃ الکبریٰ ۴: ۴۲۸- ۴۲۹، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۰۶ھ

59 Adv, Irfan Ahmad, The Pakistan Penal Code(XLV of 1860),Our press, Lahore, Edition 2007,p334,354,388,392 ,408 , 413,416,417,424,452,467,471,472,473.

60 M. Mahmood, The Major Acts, Alqanoon publisher, Lahore, 2012, 43rd Edition, page1261, 1484, 1739.

61, The Pakistan Penal Code (XLV of 1860),p42.